Tarjihaat
Volume: II
Issue: XII
April 2022
دسمبر ۲۰۲۲
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
ISSN: 2583-0082

ڈاکٹر جہاں گیر حسن مصباحی

ایڈیٹر ماہنامہ خضرراہ، سید سراواں، الہ آباد

تربیت العشاق کا صوفیانہ مطالعہ

صوفی کا لفظ سنتے ہی دل و دماغ میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ صوفی کون ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا اصل مقصد کیا ہوتا ہے؟

صوفی کون ہے اور اُس کا مقصد کیا ہے؟

اب تک صوفی کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں، اُن سب سے قطع نظر جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ ایک صوفی کو ''اِنسان'' اور ''ایمان'' کا عطر مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ اِنسان کہ جس کے خمیر میں اُنسیت و محبت اور اُخوت و مروت شامل ہے اور مومن کہ جس کے خمیر میں رضائے الٰہی کی آرزو، اور مخلوق کی خیر خواہی شامل ہے تو معلوم ہوا کہ ایک صوفی دراصل اُنسیت و محبت، اُخوت و مروت اور خیر خواہی وانسان دوستی، رضائے الٰہی کا پیکر جمیل ہوتا ہے، اور یہی وہ سبب ہے کہ ایک صوفی کی نظر میں کسی بھید بھاؤ، اعلیٰ/ادنی، مسلم/غیر مسلم، امیر/غریب اور میں و تو کا گزر نہیں ہوتا، بلکہ اُس کی نظر میں سب مخلوق اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانا وہ اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک فرمان ہے: تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کی بارگاہ میں وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جو اللہ کے کنبے کو سب سے زیادہ نفع اور فائدہ پہنچاتا ہے۔(۱)

مختصر یہ کہ ایک صوفی کا مقصد حیات ہی اللہ ورسول کی تابعداری اور مخلوق کی خدمتگاری ہوتا ہے۔ نہ اُس کی اپنی کچھ مرضی ہوتی ہے اور نہ اُس کی اپنی کچھ خوشی ہوتی ہے، وہ بہر حال رضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے۔ جیسا کہ شاہ سید محمد ذوقی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

'' ہم دوزخ سے نہیں ڈرتے۔ اگر وہ ہمیں دوزخ میں ڈال کر خوش ہوتا ہے تو ہم خوشی سے دوزخ میں جانے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں اپنی خوشی مطلوب نہیں ہے۔ ہماری خوشی اس میں ہے کہ وہ خوش ہو جائے۔''(۲)

شاہ سید محمد ذوقی قدس سرہٗ کس قدر فقید المثال شخصیت تھے اِس کے لیے بس اتنا جان لینا کافی ہے کہ آپ قدیم و جدید علوم و فنون اور تہذیب وتمدن کے حسین سنگم تھے اور دین و دنیا دونوں میں ایک رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔آپ نے ملازمت بھی کی، تجارت بھی کی،ادارت بھی فرمائی اور پھر تبلیغ وارشاد کے مقام پر بھی فائز رہے۔بقول سید شریف الحسن:

''وہ ایک طرف دنیاوی خوبیوں کے مالک تھے، مثلاً اچھے مقرر، اچھے ادیب، قانون داں اور کامیاب تاجر، تو دوسری طرف ایک بلند پایہ درویش اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔'' (۳)

''تربیت عشاق''آپ کے ملفوظات اور سوانح وسیرت کا ''ریاض الجنۃ'' ہے۔یہ درج ذیل تین حصوں پر منقسم ہے:

پہلا حصہ ملفوظات، دوسرا حصہ سیرت اور تیسرا حصہ بھی ملفوظات پر مشتمل ہے جسے بالترتیب شاہ شہید اللہ فریدی،سید شریف الحسن اور کپتان واحد بخش سیال نے تالیف کیے ہیں،جب کہ اِن سب کو محمد حسین بَرے نے مرتب کیا ہے۔

یہ مجموعہ پانچویں بار محفل ذوقیہ، کراچی سے سال ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔

ہم کیا اور ہماری مجال کیا کہ ''تربیت العشاق'' یا اِس جیسے دوسرے ملفوظات پر کچھ خامہ فرسائی کر سکیں مگر اس اُمید کے ساتھ ہم نے اِس کے صوفیانہ پہلو پر کچھ کہنے کی جسارت وہمت کی ہے کہ گھڑی بھر کے لیے ہی سہی ہماری شقاوت حرماں نصیبی بھی، سعادت وخوش بختی کا لبادہ اوڑھ لے کہ ''ذکر کی مجالس میں بیٹھنے والا شقی نہیں ہوتا۔''

چنانچہ جہاں تک ہو سکا ہم نے ''تربیت العشاق'' کا مطالعہ کیا تو بجا طور پر پایا کہ واقعی یہ صوفیانہ منہج کا نمونہ ہے، بلکہ میری ناقص رائے میں اگر اسے صوفی گر بھی کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

آیئے ایک نظر اِس پر ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ ہم نے کہاں تک اپنے عنوان سے انصاف کیا ہے۔

صوفیانہ طرزِ اصلاح

کپتان واحد بخش سیال بیان کرتے ہیں:

”ایک دن رسالوں اور مضامین کے ذریعے تبلیغ پر گفتگو ہو رہی تھی، ارشاد فرمایا: حسن نظامی نے اپنی ایک لڑکی کی شادی کی جن کا ابھی حال ہی میں انتقال ہوا ہے، اس تقریب پر اُنھوں نے جو اپنے احباب کو جاری کیے اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا: ”اس محبت کی بنا پر جو مجھے آپ سے ہے آپ کی خدمت میں لڑکی کی شادی میں شمولیت کی استدعا کرتا ہوں تاکہ آپ کی تشریف آوری میرے لیے خوشی کا باعث بنے۔ تشریف آوری پر آپ کا اسٹیشن پر استقبال کیا جائے گا۔ اسٹیشن پر سواری موجود رہے گی۔ قیام کے لیے نہایت آراستہ و پیراستہ مکان دیا جائے گا اور عمدہ عمدہ کھانے پیش کیے جائیں گے۔ غرضیکہ ہر قسم کا آرام بہم پہنچایا جائے گا۔ لیکن چوں کہ آپ کو تشریف لانے میں اور مجھے یہ انتظامات کرنے میں کافی دقت کا سامنا ہوگا، اس لیے عرض کیا جاتا ہے کہ آپ تشریف آوری کی زحمت گوارا نہ فرمائیں تو اچھا ہے۔ بہر حال آپ کو یہ معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ میرے دل میں آپ کی کتنی وقعت ہے۔ آپ تشریف لاتے تو آپ کی خاطر کیا کیا انتظامات کیے جاتے۔“

فرمایا: اس قسم کا دعوت نامہ ہمارے پاس بھی آیا تھا۔ ایک دفعہ کسی جگہ ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ عرس کا زمانہ تھا۔ ہم نے اُن سے کہا: ”امسال اجمیر شریف عرس پر ضرور تشریف لائیے غریب خانہ حاضر ہے۔ ہر قسم کا انتظام ہوگا۔ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، عمدہ عمدہ کھانوں کے علاوہ قوالی وغیرہ کا بھی انتظام ہوگا۔ لیکن چوں کہ آپ کو تشریف لانے میں اور ہم کو یہ سارے انتظامات کرنے میں تکلیف ہوگی، اس لیے مناسب یہی ہے کہ آپ تشریف نہ لائیں۔ بہر حال آپ کو تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ میرے دل میں آپ کے لیے کس قدر محبت ہے۔“ (تربیت العشاق، ص: ۵۸۰، مطبوعہ: محفل ذوقیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء)

یعنی اصلاح میں موقع و محل کا خیال رکھا جانا چاہیے، ورنہ بسا اوقات اچھی اور قابل اصلاح باتیں بھی دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ حسن نظامی انشاپرداز تھے اور کافی حد تک طبعی ظرافت کے بھی مالک تھے، اس لیے دعوت نامہ ملتے وقت اُن کے دعوتی انداز و اسلوب پر اُنھیں کچھ نہ کہا، لیکن جیسے ہی موقع ملا اور ایسا موقع کہ اس میں انشاپردازی کا طرزِ ادا بھی قائم رہے اور طبعی ظرافت کی شان بھی باقی رہے، تو فوری طور پر اپنے مقصد کی بات کہہ دی۔ یہی صوفیانہ طرزِ اصلاح ہے کہ اس کے آگے بڑے بڑوں کو دم مارنے کی ہمت و قوت نہیں ہو پاتی ہے۔

کپتان صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

بالواسطہ طریقے سے کسی اور کو مخاطب کر کے بتانا چاہیے تاکہ وہ اُسے سن کر اپنی اصلاح کر لے۔ فرمایا: ایک دفعہ حضرت امام حسین عراق میں تھے۔ مسجد میں دیکھا کہ ایک شخص غلط طریقے پر وضو کر رہا ہے۔ آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: ” دیکھیے وہ شخص غلط وضو کر رہا

ہے۔اب میں جاکر اُسی طرح وضو کرتا ہوں اور آپ مجھے بتانا کہ یہ طریقہ غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔" چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب اس آدمی نے دیکھا تو کہنے لگا: "اوہو! میں بھی اسی طرح غلط وضو کر رہا تھا۔" (۴)

یعنی اِصلاح میں کوئی ایسا طرز اختیار نہ کیا جائے جس کے سبب قابلِ اِصلاح افراد اپنی سبکی محسوس کریں۔

بحث و مباحثہ صوفیانہ طرز نہیں

سید شہید اللہ فریدی کا بیان ہے:

"ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ کسی کے ساتھ بحث و مباحثہ نہ کرے۔ مناظرہ سے دل سخت ہوتا ہے۔ للہیت جاتی رہتی ہے اور نفسانیت آجاتی ہے۔ خیال کرتا ہے کہ میں نے یہ کہا اور میں نے وہ کہا، اس لیے اگر کسی سے بات چیت ہو جائے تو ٹھنڈے دل سے حق بات کہہ دے اور ذرا قوت قلب سے اس کے دل کی طرف متوجہ ہو جائے، جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جب دیکھے بحث چھڑ جانے والی ہے تو خوب صورتی سے اُسے ٹال دے۔" (تربیت العشاق، ص: ۳۵۶، مطبوعہ: محفل ذوقیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء)

ایسا ہی ایک معاملہ پیش آیا تو سید ذوقی میاں نے بڑی خوب صورتی سے اُسے ٹالا، جیسا کہ کپتان واحد بخش سیال کا بیان ہے:

"ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ آگرہ میں ایک یورپ زدہ نوجوان یہ سن کر کہ ہم نے علی گڑھ میں تعلیم پائی ہے ہم سے ملنے آئے، مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ نماز کا تذکرہ آیا، کہنے لگے: "اسلام میں نماز واقعی بڑی اچھی چیز ہے، میں اسے پسند کرتا ہوں مگر یہ وضو کا بڑا جھنجھٹ ہے۔ کف اور کالر کا تو ستیاناس ہو جاتا ہے۔ بھئی سچ تو یہ ہے کہ وضو کی قید سے جی گھبراتا ہے۔" ہم نے کہا اچھا تم بلا وضو نماز پڑھ لیا کرو۔ اس پر وہ کچھ بحث کرنے لگے۔ ہم نے کہا اس کا عذاب ہمارے گردن پر تم شروع تو کر دو۔ غرضیکہ ہم نے اُن سے بے وضو نماز پڑھنے کا وعدہ لے لیا اور وہ چلے گئے۔ اتفاق سے اس وقت ایک مولوی صاحب بھی تشریف فرما تھے، وہ ہماری گفتگو سن کر اندر ہی اندر کھول رہے تھے، لیکن لب کشائی کی ہمت نہیں پڑتی تھی اس لیے کہ وہ صاحب ایک اعلیٰ سرکاری افسر تھے۔ اُن صاحب کے جاتے ہی مولوی صاحب ہم سے اُلجھ گئے، کہنے لگے کہ واہ صاحب! اب تو آپ لوگ شارع کے حکم میں بھی اپنی مرضی چلانے لگے۔ دین میں رخنہ ڈالنا شروع کر دیا۔ ہم نے کہا مولوی صاحب آپ نے بڑا کرم کیا جو اُس وقت نہیں بولے۔ میں اِس کا جواب ان شاءاللہ وچند دنوں کے بعد دوں گا۔ غرضیکہ کوئی پندرہ دن کے بعد وہ صاحب پھر آئے، حسن اتفاق سے اُس دن بھی، مولوی صاحب ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے اُن سے پوچھا، کہیے کیا حال ہے؟ نماز شروع کی یا نہیں؟ کہنے لگے شکر ہے، اور

آپ کی اطلاع کے لیے یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ اب میں باوضو نماز پڑھ لیتا ہوں۔ ہم نے کہا، کیا اب کف اور کالر خراب نہیں ہوتے ؟ انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ واقعی نہیں ہوتے، اِس لیے کہ صبح جب غسل کرتا ہوں تو اُس کے ساتھ ہی وضو بھی کر لیتا ہوں، اس میں کیا ہے ذرا (Formality مخصوص طریقہ) برت لیتا ہوں، وضو ہو جاتا ہے، وہی وضو ظہر تک بلکہ عصر تک قائم رہتا ہے۔ ہم لوگوں کی عادت ہے کہ دفتر سے چھوٹنے کے بعد ہاتھ منھ دھو کر کپڑے تبدیل کیے، چائے پی اور تفریح کے لیے نکل گئے۔ اس وقت بھی Formality سے ہاتھ منھ دھو لیتا ہوں اور اُسی وضو سے مغرب اور عشا پڑھ لیتا ہوں اور مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی۔

یہی واقعہ مولوی محمد حسین نے بھی سنا تھا اور عرض کیا تھا کہ اگر اُن میں یہ تبدیلی نہ ہوتی اور اسی طرح بلا وضو پڑھا کرتے تو معاملہ نازک ہو جاتا۔ اس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ ہم نے تو متوجہ الی اللہ ہو کر اُس سے کہا تھا اور پچھلے پہر اپنے خاص مشاغل کے وقت خاص طور پر عرض کیا تھا کہ باری تعالیٰ آپ کے دروازے اُسے لے آیا ہوں، اب ہدایت بھی فرما خوب گڑ گڑا کر عرض کیا تھا۔ اس نے قبول فرمالیا۔(۵)

اس میں تین باتیں قابل عبرت ہیں اور صوفیانہ منہج کی علمبردار ہیں :

۱۔" اس کا عذاب ہمارے گردن پر تم شروع تو کر دو" یہ جملہ ایک صوفی صفت اور خدا دوست ہی کہہ سکتا ہے کہ وہ دوسروں کو تکلیف میں دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ ہما شما کے بس میں یہ جملہ کہنے کی ہمت وصلاحیت نہیں ہو سکتی ہے کہ جو ہمیشہ دوسروں کو تکلیف دینے کے درپے رہتا ہے۔

۲۔ مولوی صاحب کا الجھنا کہ یہ دین میں رخنہ ڈالنا ہے مگر جواباً یہ کہا جانا کہ دس پندرہ دنوں کے بعد جواب مل جائے گا، بحث ومباحثہ اور مناظرہ سے بچنا ہی تو ہے۔ ورنہ تو آج علمائے محض کا یہ حال ہے کہ کسی کی بات اعتراض برداشت کر لینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ جب تک سامنے والے کو خاموش نہ کر دیا جائے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔

۳۔ گڑ گڑ کر اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرنا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو گا اللہ کی مرضی ہی سے ہو گا۔ یعنی ایک صوفی اپنے عمل کی کامیابی اللہ ہی کی طرف سے جانتا اور مانتا ہے۔

صوفیانہ طرزِ جزا

-بدلہ دینے کا صوفیانہ مشرب و منہج کیا ہے اس تعلق سے شاہ شہید اللہ فریدی بیان کرتے ہیں کہ سید ذوقی میاں نے فرمایا:

Tarjihaat
Volume: 1I
Issue: XII
April 2022
دسمبر ۲۰۲۲
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
ISSN: 2583-0082

’’ایک دفعہ ایک بزرگ رات کو کہیں جا رہے تھے۔اُن کے ساتھ چار پانچ آدمی اور تھے،راستے میں چور مل گئے۔اُنھوں نے ان کے کپڑے وغیرہ ٹٹولے لیکن کچھ نہ ملا اور اُس ناکامی سے غصہ میں آکر اُن کو مارنے لگے۔جب وہ پٹ چکے تو لوگوں نے اُن بزرگ سے کہا:’’آپ اُن کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے؟‘‘

چنانچہ اُنھوں نے ہاتھ اُٹھائے اور کہا:’’ یااللہ! اُنھیں دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب کر۔‘‘

وہ دعا قبول ہوگئی اور سب کے سب تائب ہو کر اُن کی خدمت آئے اور ابدالوں کا مرتبہ پایا۔‘‘(تربیت العشاق، ص:۳۴۰-۳۳۹(

ظلم کا بدلہ ظلم سے دینا نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ رسول کو،اور چوں کہ بزرگانِ دین تجلیات الٰہی اور فیضانِ نبوت کے مظاہر ہوتے ہیں،اِس لیے اُن کے یہاں بُرائی کا بدلہ خیر خواہی کے ساتھ دینا ہی محبوب و مقبول ہے۔غرضیکہ صرف اور صرف خیر خواہی اور خیر سگالی ہی صوفیانہ مشرب و منہج ہے۔

صوفیانہ فتویٰ

شاہ شہید اللہ فریدی کا بیان ہے کہ ذوقی میاں نے فرمایا:

’’تعزیہ کے جلوس سے انگریز بہت ڈرتے تھے۔وجہ یہ ہے کہ اس میں تلواریں وغیرہ استعمال کی جاتی ہیں اور فوجی جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ایک دفعہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتویٰ دیا کہ تعزیہ نکالنا بدعت ہے۔جب دہلی کے چیف کمشنر نے سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور دریافت کیا:’’کیا آپ نے یہ فتویٰ دیا ہے؟‘‘فرمایا:’’ اگر تو پوچھنے آیا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ تعزیہ نکالنا فرض ہے۔‘‘(٦(

اِس طرح کا فتویٰ ایک صوفی عالم و مفتی ہی دے سکتا ہے۔

صوفیانہ طرزِ فکر

ایک صوفی کس طرح سوچتا ہے اس سلسلے میں کپتان واحد بخش سیال کا بیان ہے کہ ذوقی میاں نے فرمایا:

Tarjihaat
آن لائن ادبی رسالہ
ترجیحات
Volume: 11
Issue: XII
April 2022
دسمبر ۲۰۲۲
ISSN: 2583-0082

''بعض لوگ یزید پر لعنت بھیجتے ہیں، اس لیے کہ اس نے اہل بیت پر ظلم کیا، اور بعض لوگ اُسے لعنتی کہنے سے احتراز کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے یزید کو معاف کر دیا ہو۔ ایک دفعہ کسی نے خواجہ قطب صاحب سے دریافت کیا:

''یزید پر لعنت بھیجنے سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟''

آپ نے فرمایا: '' بھائی! مجھے آج تک یہ نام لینے کا اتفاق نہیں ہوا۔''

اس کے بعد فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کی بُرائیوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اس سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ خود اس بُرائی کے مرتکب نہیں ہوتے لیکن ہر وقت بُرائی کے تخیل سے دل میں تاریکی آجاتی ہے۔ جیسے ایک آدمی اگر کھانا کھا رہا ہے اور دوسرا آدمی اس کے سامنے کسی گندی چیز مثلاً پاخانہ پیشاب کا ذکر کرے تو کھانا کھانے والا کہے گا کہ بھائی! ذرا ہمیں کھانا کھا لینے دو۔ بعینہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے، بیان کرے یا سننے سے اپنا قلب بھی ان برائیوں کے تعفن سے متاثر ہو جاتا ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ نہ کسی کی بُرائی کرے اور نہ سنے۔(۷)

یہی سبب ہے کہ ایک صوفی کبھی بھی بدگمان نہیں ہوتا، کیوں کہ اسے حمد باللہ اور ذکر باللہ سے فرصت کہاں کہ وہ دوسروں کے عیبوں کو تلاش کرتا پھرے۔

صوفیانہ عقل و شعور

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: جب شیطان دیکھتا ہے کہ اللہ کے نیک بندہ پر اس کا داؤ نہیں چلتا تو وہ ایک اور چال چلتا ہے۔ وہ یہ کرتا ہے کہ اس کو اعلیٰ عبادت سے ہٹا کر ادنیٰ عبادت میں مشغول کر دیتا ہے۔ کیوں کہ عبادت کے ادنیٰ اور اعلیٰ ہونے کی پہچان بہت مشکل ہے۔ ایک دفعہ چند اولیائے کرام بیٹھے گفتگو کر رہے تھے، رابعہ بصریہ بھی موجود تھیں۔ اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ عاقل کون ہے؟ سب نے کہا: ''عقلمند وہ ہے جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکے۔ ''

حضرت رابعہ بصریہ نے فرمایا: '' غلط ہے، یہ کام تو کتا بھی کر لیتا ہے۔ کتے کی طرف ہڈی پھینکو تو آتا ہے اور پتھر پھینکو تو بھاگ جاتا ہے، یہ کون سی بڑی بات ہے۔''

سب نے کہا: ''اچھا آپ بتائیے عاقل کون ہے؟'' اُنھوں نے کہا: '' عاقل وہ ہے جو دو نیکیوں میں تمیز کر سکے کہ اُن میں افضل کون سی ہے، اور دو بُرائیوں میں تمیز کر سکے کہ اُن میں سے بد ترین کون سی ہے۔'' (۸)

یعنی ایک صوفی کی نظر محض عبادت پر نہیں ہوتی بلکہ اس کی نظر ہمیشہ افضل ترین عبادت پر ہوتی ہے، اور ایک صوفی کے نزدیک عقلمند اور باشعور وہی شخص ہے جو ہمیشہ افضل ترین عبادت کے فراق میں رہتا ہے۔

صوفیانہ اندازِ تفہیم

چوں کہ ایک صوفی کا قلب و دماغ اور فکر و نظر نورِ ایمان سے منور رہتا ہے، اس لیے وہ مخاطب کے مزاج و فہم کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہے، تاکہ آسانی سے مافی الضمیر مخاطب تک پہنچ سکے۔ جیسا کہ کپتان واحد بخش سیال بیان کرتے ہیں:

فضل الحق برکلے ایک نو مسلم انگریز تھے جو ایک دفعہ حضرت اقدس سے اجمیر شریف میں ملے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: '' لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب ہمارا دین و ایمان ہیں، کیا یہ کہنا شرک نہیں ہے؟''

میں نے کہا: '' آپ اتنے سخت اور کھرے کیوں ہو گئے ہیں، کیا آپ اقلیدس کی تھیوری نہیں جانتے:

If two things are equal to the same thing they are equal to each other

یعنی اگر دو چیزیں ایک ہی چیز سے مساوی ہیں تو وہ ایک دوسرے سے مساوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کا دین و ایمان ہے۔ اب اگر خواجہ صاحب ہمارا دین و ایمان ہیں تو اس کا یہی مطلب ہے کہ دراصل اللہ تعالیٰ ہمارا دین و ایمان ہے۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے: '' آج میں اپنے آپ کو ایک نئی دنیا میں محسوس کر رہا ہوں۔'' (۹)

یہ صوفیانہ منہج کہ جس مذاق فنا اور معیار فہم کا اہل سوالی ہوتا ہے اسی کے اعتبار سے اُس کا جواب بھی دیا جاتا ہے کہ اگر نو مسلم انگریز کو قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا جاتا تو شاید وہ اور بھی کنفیوزن کا شکار ہو جاتا۔ اِس سلسلے میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے اُس کی سمجھ اور شعور کے اعتبار سے گفتگو کریں۔ (۱۰)

خلاصہ کلام یہ کہ ''تربیت العشاق''ملفوظاتی ادب میں ''ریاض الجنۃ'' کی حیثیت رکھتا ہے جس کے پاس سے گزرنے والا بغیر کچھ حاصل کیے نہیں رہ پاتا اور اپنے لیے زادِ راہ بھی بناتا ہے اور زادِ دنیا بھی۔

حوالہ جات اور مصادر و مراجع

۱۔ شعب الایمان: حدیث: ۷۰۴۶

۲۔ تربیت العشاق، ص: ۷۳، مطبوعہ: محفل ذوقیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء

۳۔ تربیت العشاق، ص: ۴۷۲

۴۔ تربیت العشاق، ص: ۴۱۵

۵۔ تربیت العشاق، ص: ۵۲۶-۵۲۵

۶۔ تربیت العشاق، ص: ۳۹۰

۷۔ تربیت العشاق، ص: ۶۲۲

۸۔ تربیت العشاق، ص: ۶۹۸

۹۔ تربیت العشاق، ص: ۷۱۳

۱۰۔ مسند الفردوس، حدیث: ۱۶۱۱